مکتبہ رشیدیہ قاری منزل پاکستان چوک کراچی

٧٨٦

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ

فضائل تبلیغ (عکسی)

جس میں

تبلیغ کی اہمیت اور اس کے آداب نیز
مبلغین اور عام لوگوں کے فرائض بتلائے گئے ہیں

جس کو

بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت اقدس مولانا الحافظ الحاج مولوی
محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی سلسلہ تبلیغ بستی نظام الدین دہلی کے تعمیل ارشاد میں

حضرت مولانا الحافظ الحاج مولوی **محمد زکریا صاحب**
شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے تالیف فرمایا

ناشر
المکتبۃ الرشیدیہ قاری منزل مرا اسٹریٹ متصل پاکستان چوک کراچی نمبر ۱

۷۸۶

تبلیغی نصاب مکمل عکسی

مشتمل بر مندرجۂ ذیل کتب

(۱) فضائل تبلیغ
(۲) فضائل نماز
(۳) فضائل رمضان
(۴) فضائل قرآن
(۵) فضائل ذکر
(۶) فضائل درود شریف
(۷) حکایاتِ صحابہؓ

کتابت مکمل نصاب: سید دلشاد حسین کاظمی

فہرست مضامین "فضائل تبلیغ"

فصل	مضمون	صفحہ
آغازِ کتاب	تمہید	۳
فصل اول	آیاتِ قرآنی در تاکید امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۴
فصل دوم	احادیثِ نبوی در تاکید امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۸
فصل سوم	تنبیہ برائے اصلاحِ نفس	۱۹
فصل چہارم	فضائل اکرام مسلم و وعید تحقیرِ مسلم	۲۱
فصل پنجم	اخلاص اور ایمان واحتساب	۲۳
فصل ششم	تعظیم علمائے کرام و بزرگانِ دین	۲۵
فصل ہفتم	اہلِ حق کی پہچان اور ان کی مجالست کی اہمیت	۲۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

تمہید

حمد و صلوٰۃ کے بعد، مجدّدِ دینِ اسلام کے ایک درخشندہ جوہر اور علماء و مشائخِ عصر کے ایک آبدار گوہر کا ارشاد ہی کہ تبلیغِ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات و احادیث لکھ کر پیش کروں، چونکہ مجھ جیسے سیہ کار کیلئے ایسے ہی حضرات کی رضا و خوشنودی وسیلۂ نجات اور کفارۂ سیئات ہو سکتی ہے، اس لئے اِس عجالۂ نافعہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی اسکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گذارش ہی کہ اس وقت دین کا انحطاط جس قدر روز افزوں ہے دین کے اوپر جس طرح کفار کی طرف سے نہیں خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں، فرائض و واجبات پر عمل عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اخص الخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے، نماز روزہ چھوڑ دینے کا کیا ذکر جبکہ لاکھوں آدمی کھلے ہوئے شرک و کفر میں مبتلا ہیں، اور غضب یہ ہی کہ ان کو شرک و کفر نہیں سمجھتے، محرمات اور فسق و فجور کا شیوع جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جا رہا ہے، اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ استخفاف و استہزا جتنا عام ہوتا جا رہا ہی وہ کسی فردِ بشر سے مخفی نہیں، اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جا رہی ہے جس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہی کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، عوام اپنے کو معذور رکھتے ہیں، کہ ان کو بتلانے والا کوئی نہیں، اور علماء اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ انکی سننے والا کوئی نہیں، لیکن خدائے قدّوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی کہ کسی نے بتلایا نہ تھا، اس لئے کہ دینی امور کا معلوم کرنا، تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہی، قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں، احکم الحاکمین کے یہاں یہ پوچ عذر کیسے چل سکتا ہے، یہ تو عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہی، اسی طرح نہ علماء کا یہ جواب موزوں کہ کوئی سننے والا نہیں، جن اسلاف کی نیابت کے آپ حضرات دعویدار ہیں، انھوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر برداشت نہیں فرمایا؟ کیا پتھر نہیں کھائے؟ گالیاں نہیں سُنیں؟ مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرما کر لوگوں تک دین پہنچایا، ہر سخت سے

سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام و احکام کی اشاعت کی،

عام طور پر مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی منکر ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو، یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو، اس کے ذمہ واجب ہی کہ اس کو روکے، اور اگر بالفرض محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہی، تب بھی جبکہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے، تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو،

قرآن و حدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ اُن آیات و احادیث سے ظاہر ہے جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں، ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھ کر یا ان کی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بری الذمہ نہیں ہو سکتا، اس لئے میری علی العموم درخواست ہی کہ ہر مسلمان کو اس وقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہئے اور جس قدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کر سکتا ہو کرنا چاہئے،

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لئے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے پورا کامل و مکمل عالم ہونا ضروری نہیں، ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اس کو دوسروں تک پہنچائے، جب اس کے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جا رہا ہو، اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اس پر واجب ہے،

اس رسالہ میں مختصر طور پر سات فصلیں ذکر کی ہیں :-

فصل اوّل

میں تبرّکاً اللہ پاک کے بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ و امر بالمعروف کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں، جس سے اندازہ ہو سکتا ہی کہ خود حق سبحانہٗ و تقدس کو اس کا کتنا اہتمام ہی کہ جس کے لئے بار بار مختلف عنوانوں سے اپنے پاک کلام میں اس کا

اعادہ کیا ہے، تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں، چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا، اس لئے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں، قَالَ اللّٰہُ عَزَّ اسْمُہٗ:۔

(۱) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

"اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بُلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بُلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بُلائے، مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے اور مؤذنین اذان سے، غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے، خواہ اعمال ظاہرہ کی طرف بُلائے یا اعمال باطنہ کی طرف جیساکہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بلاتے ہیں (خازن) مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونیکے ساتھ تفاخر بھی ہو، اس کو اپنے لئے باعثِ عزّت بھی سمجھتا ہو، اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کیساتھ ذکر بھی کرے، بعض مفسرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ، نصیحت، تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں،

(۲) وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا"

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سُناکر نصیحت فرمانا مقصود ہے کہ وہ نفع رساں ہے مؤمنین کیلئے تو ظاہر ہے کفار کے لئے بھی اس لحاظ سے کہ وہ انشاء اللہ اس کے ذریعہ سے مؤمنین میں داخل ہو جائیں گے، اور آیت کے مصداق میں شامل ہوں گے، ہمارے اس زمانہ میں وعظ و نصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے، وعظ کا مقصد بالعموم شستگیٔ تقریر بن گیا ہے، تاکہ سننے والے تعریف کردیں، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص تقریر و بلاغت اس لئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت قبول نہیں، نہ فرض نہ نفل،

(۳) وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے متعلقین کو بھی

عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى،

نماز کا حکم کرتے رہیۓ اور خود بھی اس کے پابند رہیۓ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے۔ معاش تو آپکو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے"

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی تنگی معاش کے رفع فرمانیکا فکر ہوتا تو اس کو نماز کی تاکید فرماتے اور آیت بالا کو تلاوت فرماکر گویا اس طرف اشارہ فرماتے کہ وسعتِ رزق کا وعدہ اہتمام نماز پر موقوف ہی، علماء نے لکھا ہی کہ اس آیت شریفہ میں نماز کے ساتھ خود اس پر اہتمام کرنے کا حکم اس لئے ارشاد ہوا ہی کہ یہ انفع ہے کہ تبلیغ کیساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جاوے خود بھی اس پر اہتمام کیا جاوے کہ اس سے دوسروں پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہی اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے، اسی لئے ہدایت کے واسطے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بن کر سامنے ہوں تو عمل کرنیوالوں کو عمل کرنا سہل ہو، اور یہ خدشہ نہ گذرے کہ فلاں حکم مشکل ہی، اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے، اس کے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کے ساتھ اہتمام لبسا اوقات اسباب معیشت میں ظاہراً نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے، بالخصوص تجارت، ملازمت وغیرہ میں، اس لئے اس کو ساتھ کے ساتھ دفع فرمادیا، کہ یہ ہمارے ذمہ ہی، یہ سب دنیاوی امور کے اعتبار سے ہے، اس کے بعد بطور قاعدۂ کلیہ اور امر مذہبی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی متقیوں کے لئے، اس میں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں،

(۴) يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ،

"بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے" (بیان القرآن)

اس آیت شریفہ میں مہتم بالشان امور کو ذکر فرمایا ہے، اور حقیقۃً یہ امور اہم ہیں تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں، مگر ہم لوگوں نے انہی چیزوں کو خاص طور سے پس پشت ڈال رکھا ہی، امر بالمعروف کا تو ذکر ہی کیا، کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہی، اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے اس کی طرف سے بھی کس قدر غفلت برتی جاتی ہی، ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اس کا کامل اہتمام نہیں فرماتے، بالخصوص جماعت جس کیطرف اقامتِ نماز سے اشارہ ہی صرف غربا کیلئے رہ گئی، امراء اور باعزت لوگوں کیلئے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہی فالی اللہ المشتکی، ع آنچہ عارست اوفخر من است

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(۵) اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے جو خیر کیطرف بلاتے اور نیک کاموں کے کرنیکو کہا کرے اور بُری کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے"

حق سبحانہٗ وتقدس نے اس آیت شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے وہ یہ کہ اُمت میں سے ایک جماعت اس کام کیلئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیا کریں، یہ حکم مسلمانوں کیلئے تھا، مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکلیہ ترک کر دیا ہے، اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے، نصاریٰ کی مستقل جماعتیں دنیا میں تبلیغ کیلئے مخصوص ہیں، اور اسی طرح دوسری اقوام میں اس کیلئے مخصوص کارکن موجود ہیں، لیکن کیا مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اس کا جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے، اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اس کیلئے اٹھتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ بجائے اعانت کے اس پر اعتراضات کی اسقدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے، حالانکہ خیرخواہی کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی مدد کی جاتی اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی، نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنیوالے کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر ان کو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے،

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ،

(۶) تم بہترین اُمت ہو کہ لوگوں کی (نفع رسانی) کیلئے نکالے گئے ہو، تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُری کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو" (بیان القرآن ترجمہ عاشقی)

مسلمانوں کا اشرف الناس اور امتِ محمدیہ کا اشرف الامم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے، قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً واشارۃً بیان فرمایا گیا ہے، اس آیت شریفہ میں بھی خیر امۃ کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اس کیساتھ ہی اس کی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تم بہترین امت ہو اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا، حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے، بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو امم سابقہ بھی شریک تھیں، یہ خاص خصوصیت جسکی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے امتِ محمدیہ کو تفوق ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس اُمت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں، اس لئے ساتھ ہی بطور قید کے اسکو بھی ذکر فرما دیا، ورنہ اصل مقصود اس آیت شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے، اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے اس لئے اسکو مقدم فرمایا،

اس امت کیلئے طرۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اس میں کافی نہیں اس لئے کہ یہ امر پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا تھا جس کو فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُکِّرُوْا بِہٖ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے، امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے، کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں،

(۷) لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

"عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (و برکت) نہیں ہوتی، مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کیلئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں ان کے مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کے واسطے کریگا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے) اس کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے"

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے امر بالمعروف کرنیوالوں کیلئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اور جس اجر کو حق جل جلالہٗ بڑا فرمادیں اس کی کیا انتہا ہو سکتی ہے، اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے مگر یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو، یا اللہ کا ذکر ہو، دوسری احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز روزہ، صدقہ سب سے افضل ہو" صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرماتیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں میں مصالحت کرانا کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے، جیسا کہ استرہ بالوں کو اڑا دیتا ہے" اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں، اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امر بالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اسکا بھی ضرور اہتمام کیا جائے

فصلِ ثانی

اس میں ان احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمون بالا کے متعلق وارد ہوئی ہیں، تمام احادیث کا نہ احاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے، نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات و

احادیث جمع بھی کیجائیں تو ڈر ہے کہ دیکھے گا کون، آجکل ایسے امور کیلئے کسے فرصت اور کس کے پاس وقت ہے، اس لئے صرف یہ امر دکھلانے کیلئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کیلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر اہمیت کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی ہے، اور نہ ہونے کی صورت میں کس قدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے، چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں،

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (رواہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ والنسائی کذا فی الترغیب)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے، اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے، اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اس کو برا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بری الذمہ ہے، ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو برا سمجھے تو وہ بھی مؤمن ہے، مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں،

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف احادیث میں نقل کئے گئے ہیں، اب اس کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اس کی برائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں، یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو برا سمجھتے ہیں، یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہے، تنہائی میں بیٹھکر ذرا تو غور کیجئے کہ کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہو رہا ہے،

(۲) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْہَا کَمَثَلِ قَوْمِنِ اسْتَہَمُوْا عَلٰی سَفِیْنَۃٍ فَصَارَ بَعْضُہُمْ اَعْلَاہَا وَبَعْضُہُمْ اَسْفَلَہَا فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِہَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَآءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقَہُمْ قَالُوْا

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں، اور بعض لوگ نیچے (نطق) کے حصہ میں ہوں

لو اَنَّا خَرَقْنَا فِیْ نَصِیْبِنَا خَرْقًا وَّلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَکُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَکُوْا جَمِیْعًا وَّاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی اَیْدِیْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِیْعًا (البخاری والترمذی)

جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آکر پانی لیتے ہیں، اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کیلئے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے، اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کرلیں گے کہ وہ جانیں اور ان کا کام ہمیں اس سے کیا واسطہ، تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہوجائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہوجائیں گے، اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے"

صحابہ کرامؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جب کہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جائے،

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جارہے ہیں اور اس پر شور مچایا جارہا ہے، نئی نئی طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کئے جارہے ہیں، مگر کسی روشن خیال (تعلیم جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج بتلایا ہے، اور اس پر کس درجہ عمل کیا جارہا ہے، کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے کہ جو سبب مرض ہے اور جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جارہا ہے کہ (دین کی ترقی کیلئے دین و اسباب دین سے بے توجہی کی جارہی ہے، اپنی ذاتی رایوں پر عمل کیا جارہا ہے) تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا ؎

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب ؞ اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّهٗ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ یَا هٰذَا اتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا یَحِلُّ لَكَ ثُمَّ یَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَهُوَ عَلٰی حَالِهٖ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص جب کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر ایسا نہ کر، لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور

فَلَا یَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَشَرِیْبَہٗ وَقَعِیْدَہٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاسِقُوْنَ ثُمَّ قَالَ کَلَّا وَاللّٰہِ ... لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا، رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی الترغیب،

نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا، جیسا کہ اس سے پہلے تھا، جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے ان کی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیئے) پھر اُن کی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک پڑھیں، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو"

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے جوش میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور قسم کھاکر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤگے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ روک دو، ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو، ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے، جس طرح اُن لوگوں کے کر دیئے گئے، اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح اُنپر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی، قرآن پاک کی آیات تائید میں اس لئے پڑھیں کہ ان آیاتِ شریفہ میں اُن لوگوں پر لعنت فرمائی ہے، اور سببِ لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ منکرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے، آجکل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صُلح کُل رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے اسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ علی الاطلاق غلط ہے، بلکہ جہاں امر بالمعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی) لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں، وہاں کسی بھی طرح یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں، بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً و عرفاً خود مجرم ہے،

سُفیان ثوری رحؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو اپنے بھائیوں میں محمود ہو (اغلب یہ ہے کہ) وہ مداہن ہوگا،

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہو اس کی مضرت کرنیوالے ہی کو ہوتی ہو لیکن جب کوئی گناہ کھلم کھلا کیا جاتا ہو اور لوگ اس کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اس کی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے، اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرلے کہ کتنے معاصی اس کے علم میں ایسے کئے جاتے ہیں جن کو وہ روک سکتا ہے، اور پھر بے توجہی لاپروہی بے التفاتی سے کام لیتا ہے، اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہو کہ کوئی اللہ کا بندہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے، اس کی اعانت کرنیکی بجائے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے، وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

(۴) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّآ اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہو اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہوجاتا ہے“

میرے مخلص بزرگو! اور ترقی اسلام کے خواہش مند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روزافزوں بربادی کے وجوہ، ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں، اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑ دیئے، روکنے کا ارادہ بھی کرلیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اس کا خطرہ بھی گذرجاتا ہے کہ یہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے؟ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے، جرم بھی نہیں سیاسی مجلس میں شرکت ہی کرلیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہو کہ کہیں ہم نہ ملوث ہوجائیں، اس کو تنبیہ کی جاتی ہے اور اپنی صفائی اور تبری کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں، مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکم عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے،

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے، تاش سے دل بہلاتا ہو، نماز کئی کئی وقت کی اڑادیتا ہے، مگر افسوس کہ آپ کے منہ سے کبھی حرف غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو، یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں، حالانکہ اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے

بھی مامور تھے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا،
ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اس لئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی ہے، گھر پڑا رہتا ہے، ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے، یا دُوکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے، لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اس لئے ناراض ہیں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے،

بزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ اس سے کوسوں دُور بھاگا جاتا، لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی تباہی کو جسکو ہم عملاً آخرت سے مقدم سمجھتے ہیں انہی امور کی وجہ سے ہی، غور تو کیجئے اس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى، حقیقی بات تو یہ ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کا پرتو ہے،

(۵) رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَةَ مَالَمْ يَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّهَا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهَا قَالَ يَظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِى اللّٰهِ فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُغَيَّرُ (رواہ الاصبهانی فی ترغیب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پروائی اور استخفاف نہ کیا جائے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے حقوق سے بے پروائی اور استخفاف کا کیا مطلب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھلے طور پر کی جائیں، اور ان کو بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے،

اب آپ ہی ذرا انصاف فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہا، کوئی حد ہے اور اس کے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل کی کوئی سعی، کوئی کوشش ہے؟ ہرگز نہیں، ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے، ورنہ ہم نے اپنی بربادی کیلئے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کر لئے ہیں،

حضرت عائشہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہو اور وہاں کچھ دیندار لوگ بھی ہوں تو ان کو بھی نقصان پہنچتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں تو سب کو اثر پہونچتا ہے مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ ہو جائیں گے، اس لئے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہو کر دنیا سے یکسو ہو بیٹھے اس سے

بیفکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہوگئی تو انکو بھی اسکا خمیازہ بھگتنا پڑیگا،

⑥ عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ أَنْ قَدْ حَضَرَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ أَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ أَسْتَمِعُ مَا يَقُولُ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ لَكُمْ مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَلَا أُجِيبَ لَكُمْ وَتَسْأَلُونِي فَلَا أُعْطِيَكُمْ وَتَسْتَنْصِرُونِي فَلَا أَنْصُرَكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِنَّ حَتَّى نَزَلَ. (رواه ابن ماجة وابن حبان في صحيحه كذا في الترغيب)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولتکدہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لیگئے، میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہوگئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا، لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعاء مانگو اور قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے، تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمھاری مدد نہ کروں، یہ کلمات طیبات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔"

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کیلئے امور دنیویہ میں تسامح اور مصالحت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین کی پختگی ہی میں مضمر ہے، حضرت ابوالدرداءؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کردے گا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اُس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کریں گے تو قبول نہ ہونگی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔" خود حق جل جلالہ کا ارشاد ہے:- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (ترجمہ) "اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمھاری مدد کریگا، اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمھارے قدم جمادے گا۔" (بیان القرآن) دوسری جگہ ارشاد باری عزاسمہ ہے إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ الآية (ترجمہ) "اگر اللہ تعالیٰ شانہ، تمھاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھاری مدد نہ کریں

تو پھر کون شخص ہی جو تمھاری مدد کرسکتا ہی اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیئے"۔
درمنثور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہ رضؓ سے نقل کیا ہی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ جل جلالہٗ اپنا عذاب تم پر مسلط کردیں گے پھر تم دعاء بھی مانگوگے تو قبول نہ ہوگی،

یہاں پہنچ کر میرے بزرگ اوّل یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کس قدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہوجائے گا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں، ہماری دُعائیں بے اثر کیوں رہتی ہیں، ہم اپنی ترقی کے بیج بو رہے ہیں یا تنزّل کے؟

(۷) عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِی الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْھَا ھَیْبَۃُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَکَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِمَتْ بَرَکَۃَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰہِ کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی،

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ جب میری امّت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت و وقعت اُس کے قلوب سے نکل جائے گی، اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھو گی تو وحی کی برکات سے محروم ہوجائیگی اور جب آپسمیں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی"۔

اے بہی خواہانِ قوم! ترقیِ اسلام اور ترقیِ مسلمین کیلئے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہی لیکن جو اسباب اس کیلئے اختیار کئے جارہے ہیں وہ تنزّل کی طرف لیجانیوالے ہیں، اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا رسول سمجھتے ہو، ان کی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہی کہ جس چیز کو وہ سببِ مرض بتارہے ہیں جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرمارہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سببِ شفاء و صحت قرار دی جارہی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اُس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لیکر آیا ہوں" لیکن تمھاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹادیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کرسکیں، اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے،

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ

"جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دُنیا دیدیں گے اور

مِنْ نَّصِيْبٍ۔ | آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں "۔ (بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنالیتا ہے، اللہ جل شانہٗ اس کے دل کو غنی فرمادیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے، اور جو شخص دنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دنیا میں سے جتنا حصہ مقدر ہوچکا ہے اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ "اے ابن آدم! تو میری عبادت کیلئے فارغ ہوجا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کردوں گا اور تیرے فقر کو ہٹادوں گا، ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھردوں گا اور تیرا فقر بند نہیں کروں گا"۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے، اور تمھاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اس لئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے یہ مُلّا نے اس میں رُکاوٹیں پیدا کردیتے ہیں، آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ مُلّانے ایسے لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات اُن کیلئے تو مسرّت کا سبب ہونگی، کیونکہ جب اُنکی روزی آپ کے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جس قدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ انکے لئے بھی سبب وسعت اور فتوحات ہوں گی، مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری اُن کو درپیش ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں، اور آپ جیسے محسن و مربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دنیا خراب کررہے ہیں، میرے دوستو! ذرا غور تو کرو، اگر یہ مُلّانے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآن پاک میں بھی صاف طور سے موجود ہو تو پھر تو ان کی ضد سے اس سے مُنہ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دور ہے، بلکہ شان اسلام سے بھی دُور ہے، یہ مُلّانے خواہ کتنے ہی نااہل ہوں مگر جبکہ صریح ارشاد باری عزّ اسمہٗ اور ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے، اور حکم عدولی کی صورت میں جواب دہی لازمی ہے، کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اس لئے پرواہ نہیں کہ اعلان کرنے والا بھنگی تھا،

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کیلئے مخصوص ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیشہ دنیا سے سوال کرتے ہیں، اس لئے کہ میرا جہاں تک خیال ہے حقیقی مولوی اپنی ذات کیلئے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جس قدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں اسی قدر

استغناء سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں، البتہ کسی دینی کام کیلئے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اس سے زیادہ ماجور رہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں، ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں اس میں دین و دنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے، ارشادِ باری عزّ اسمہ ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اور اس آیتِ شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے گویا تمام قرآن پاک میں عمل کے لئے یہی ایک آیت نازل ہوتی ہے، لیکن اوّل تو آیتِ شریفہ کی تفسیر راسخین فی العلم سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی، اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے صحابہ کرامؓ اور علماءِ تابعینؒ سے جو آیتِ شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد عافیت اور بقدرِ کفایت روزی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اس سے صالح بیوی مراد ہے، حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے، سُدّیؒ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے، جعفرؒ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا، دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے، دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی ترقی مراد ہو جیسا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے تب بھی اس میں اللہ تعالےٰ سے دُعاء کا ذکر ہے نہ کہ اس کی تحصیل میں انہماک اور مشغولی کا، اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جوتہ کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہی، تیسرے یہ کہ دنیا کے حاصل کرنے کو، اس کے کمانے کو کون منع کرتا ہے، یقیناً حاصل کیجئے، اور بہت شوق سے حاصل کیجئے، ہم لوگوں کو ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ دنیا جیسی مغتنم و مقصود چیز کو چھوڑ دیں، مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اس کے برابر تو دین کے لئے کریں، اس لئے کہ خود آپ کے قول کے موافق دین اور دنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآن پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی گئی ہے اسی کلام پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اوپر گذر چکی مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ (پ ۲۵) اور اسی کلام پاک میں یہ بھی ہے مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَۃَ عَجَّلْنَا لَہٗ فِیْہَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ جَہَنَّمَ یَصْلٰہَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ٥ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَہَا سَعْیَہَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُہُمْ مَّشْکُوْرًا ٥ اسی کلام پاک میں ہے ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ٥ (سورۃ آل عمران رکوع نمبر ۲) اسی کلام پاک میں ہے مِنْکُمْ

مَنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۴ آل عمران) اسی کلام پاک میں ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۝ پ۵ اسی کلام پاک میں ہے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ انعام) اسی کلام پاک میں ہے وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (انعام) اسی کلام پاک میں ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (پ۱۰) اسی کلام پاک میں ہے اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (پ۱۰) اسی کلام پاک میں ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ۱۲) اسی کلام پاک میں ہے وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (پ۱۳) اسی کلام پاک میں ہے فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (پ۱۴)

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں دنیا و آخرت کا تقابل کیا گیا ہے، اس وقت نہ احصار مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھدی ہیں، اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کے بجائے پارہ کا حوالہ لکھدیا ہے، کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے، مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں، اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر صرف آخرت ہی قابلِ ترجیح ہے، مجھے انکار نہیں کہ دنیا کی زندگی میں آدمی ضرورتِ دنیویہ کا سخت محتاج ہے، مگر اس وجہ سے کہ آدمی کو بیت الخلاء جانا لابد ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں، اس لئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے اسکو کوئی بھی عقلِ سلیم گوارا نہ کریگی، حکمتِ الٰہی پر ایک عمیق نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شریعتِ مطہرہ میں ایک ایک چیز کا انضباط ہے، اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ایک ایک چیز کو واضح فرمادیا، نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کردیا کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اس کو اپنی راحت میں صرف کرے یا طلبِ معیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور آپکی تجویز کے موافق دین و دنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضیٰ بھی یہی ہونا چاہئے کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کیلئے خرچ ہونا چاہئے اور آدھا دنیا کیلئے، ورنہ اگر دنیاوی مشاغل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے نصف سے بڑھ گئے، تو یقیناً آپنے دنیا کو راجح

بنالیا پس آپکی تجویز کے موافق بھی مقتضائے عدل یہی ہو کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کیلئے خرچ کیے جائیں تاکہ دونوں کا حق ادا ہوجائے اور اس وقت یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دنیا و آخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام نے رہبانیت نہیں سکھلائی، یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں تبعاً آگیا، اس لئے مختصر و مجمل طور پر اشارہ کرکے چھوڑ دیا، اس فصل میں مقصود احادیث تبلیغ کا ذکر کرنا تھا، ان میں سے سات احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے والے کیلئے سات تو سات ایک بھی کافی ہو اور نہ ماننے والے کیلئے وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ہ کافی سے زائد ہے،

اخیر میں ایک ضروری گذارش یہ بھی ہو کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہو کہ فتنہ کے زمانہ میں جبکہ بُخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشات نفسانیہ کا اتباع کیا جاوے، دنیا کو دین پر ترجیح دیجاوے ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے دوسرے کی نہ مانے، اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہو، مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وقت نہیں آیا اس لئے جو کچھ کرنا ہو کرلو، خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہنچے، کہ اس وقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہوگی، نیز اُن عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہو اہتمام سے بچنا ضروری ہو، کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں، انکے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں انکو ہلاک کردینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ،

فصل ثالث ۳

میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہو، وہ یہ کہ جس طرح اس زمانہ میں نفس تبلیغ میں کوتاہی ہورہی ہو اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہورہے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہو کہ جب وہ کسی دینی منصب تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ، وعظ وغیرہ پر مامور ہوجاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہوجاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہوجاتی ہے، حالانکہ جس قدر دوسروں کی اصلاح کی ضرورت ہو اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہو کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت جبرئیل ؑ نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپؐ کی امت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جاکر پوچھیں گے یہاں کیسے پہنچ گئے؟ ہم تو جنت میں تمھاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے، ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قراء (علماء) کی طرف عذاب جہنم زیادہ سرعت سے چلے گا، وہ اس پر تعجب کریں گے کہ بت پرستوں سے بھی پہلے ان کو عذاب دیا جاتا ہے، تو جواب ملیگا کہ جاننے کے باوجود کسی جرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کی برابر نہیں ہوسکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر، مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں مگر سب بے سود، خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ: "کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ پڑھتے ہو کتاب، کیا تم سمجھتے نہیں" (ترجمہ عاشقی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ مَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ (ترغیب عن بیہقی وغیرہ)

ترجمہ: "قیامت میں آدمی کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک چار سوال نہ کرلئے جائیں (۱) عمر کس مشغلہ میں ختم کی (۲) جوانی کس کام میں خرچ کی (۳) مال کس طرح کمایا تھا اور کس مصرف میں خرچ کیا تھا (۴) اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا؟

حضرت ابوالدرداء رضؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجمعوں کے سامنے مجھے پکار کر یہ سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ بدترین خلائق کون شخص ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ برائی کے سوالات نہیں کیا کرتے، بھلائی کی باتیں پوچھو، بدترین خلائق بدترین علماء ہیں، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو صرف زبان پر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس عالم پر

حجت تام ہی، دوسرے وہ علم ہی جو دل پر اثر کرے، وہ علم نافع ہے، حاصل یہ ہو کہ علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہو جائے، ورنہ اگر دل میں اس کا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہوگا، اور قیامت کے دن اس پر مواخذہ ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا، اور بھی بہت سی روایات میں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس لئے میری درخواست ہو کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں، مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں، اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنی رحمت واسعہ کے طفیل اس سیہ کار کو بھی اصلاح ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرماویں کہ اپنے سے زیادہ بدافعال کسی کو بھی نہیں پاتا، الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ الواسعۃ،

فصل رابع

میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضرات مبلغین کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہے جو نہایت ہی اہم ہے وہ یہ کہ تبلیغ میں بسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کیسا نقصان بھی شامل ہو جاتا ہی، اس لئے بہت ضروری ہو کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہی، حالانکہ عرض مسلم ایک عظیم الشان وقیع شے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ (رواہ مسلم و ابوداؤد وغیرہما ترغیب)

ترجمہ:- "جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہی، اللہ جل شانہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہی:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ كَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ حَتّٰی یَفْضَحَهٗ بِهَا فِیْ بَیْتِهٖ (رواہ ابن ماجہ، ترغیب) ترجمہ:- "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہو اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیگا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہو اللہ جل شانہ اس کی پردہ دری فرماتا ہے حتیٰ کہ گھر بیٹھے اسکو رسوا کر دیتا ہو"۔

الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے، اس لئے مبلغین حضرات کو

مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے، اور اس سے زیادہ بڑھ کر اس کی آبرو کی حفاظت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اس کی آبرو ریزی ہو رہی ہو تو اللہ جل شانہٗ اس کی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں، جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو، ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بدترین سود مسلمان کی آبرو ریزی ہے،

اسی طرح بہت سی روایات میں مسلمان کی آبرو ریزی پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس لئے بہت ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اس کا پُرزور اہتمام رکھیں کہ نہی عن المنکر میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو، جو منکر مخفی طور سے معلوم ہو اس پر مخفی انکار ہو اور جو علانیہ کیا جائے اس پر علانیہ انکار ہونا چاہئے، نیز انکار میں بھی اس کی آبرو کی حتی الوسع فکر رہنی چاہئے، مبادا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جاوے، حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت ہیں، مگر اس میں اس کی آبرو کا بھی حتی الوسع سخت اہتمام کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو اس پر بے تکلف علانیہ انکار کیا جائے، لیکن جس منکر کا کرنے والے کی طرف سے افشاء نہ ہو اس پر انکار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی صورت اختیار نہ فرمائی جائے جس سے اس کا افشاء ہو، نیز یہ بھی آداب تبلیغ میں سے ہے کہ نرمی اختیار کی جائے، مامون الرشید خلیفہ کو کسی شخص نے سخت کلامی سے نصیحت کی، انھوں نے فرمایا کہ نرمی سے کہو اس لئے کہ اللہ جل شانہٗ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو میرے سے زیادہ بُری، یعنی فرعون کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا، فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا، کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دیجئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرما دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ، اور پھر فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کیساتھ زنا کرے؟ کہا میں آپ پر قربان ہوں یہ میں ہرگز نہیں چاہتا، فرمایا اسی طرح لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے، پھر فرمایا، کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے؟ عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہوں، نہیں چاہتا، فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی بیٹیوں کیساتھ زنا کیا جائے، غرض اسی طرح بہن، خالہ، پھوپھی کو پوچھ کر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے دستِ مبارک اس شخص کے سینہ پر رکھ کر دعاء فرمائی کہ یا اللہ اس کے دل کو پاک کر اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے محفوظ فرما، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے زنا کے برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی، بالجملہ دُعاء سے دوا سے نصیحت سے نرمی سے یہ تصور کر کے سمجھائے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لئے کیا صورت پسند کرتا کہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں،

فصلِ خامس

میں بھی مبلغین کی خدمت میں ایک ضروری درخواست ہے وہ یہ کہ اپنی ہر تقریر و تحریر کو خلوص و اخلاص کیساتھ متصف فرمائیں کیونکہ اخلاص کیساتھ تھوڑا سا عمل بھی دینی و دنیوی ثمرات کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں اس کا کوئی اثر نہ آخرت میں کوئی اجر' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں"، ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخلاص، ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے، نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کیساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص اُنہی کیلئے کیا گیا ہو، ایک اور حدیث میں ارشاد ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ وفی روایۃ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ فَھُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَہٗ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: "حق سبحانہٗ و تقدس کا ارشاد ہے کہ میں سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں، یعنی دنیا کے شرکاء شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں، اور میں خلاق علی الاطلاق ہوں، بے پرواہ ہوں، عبادت میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں، جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرلے میں اس کو اس کے

شرک کے حوالہ کر دیتا ہوں" دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہو جاتا ہوں"۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک منادی بآوازِ بلند کہے گا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے، اللہ تعالیٰ سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے، ایک اور حدیث میں وارد ہے مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ (مشکوٰۃ عن احمد) ترجمہ: "جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے، جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے"، مشرک ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جنکے دکھلانے کیلئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتا ہے، اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں رہتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے بن جاتے ہیں جن کو دکھلانے کیلئے کئے جاتے ہیں،

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:- اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اُسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَءَ الْقُرْاٰنَ، فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِیْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: "قیامت کے دن جن لوگوں کا اوّل وہلہ میں فیصلہ سُنایا جاویگا، ان میں سے ایک شہید بھی ہوگا جس کو بُلا کر اوّلاً اللہ تعالیٰ اپنی اُس نعمت کا اظہار فرمائیں گے جو اُس پر کی گئی تھی، وہ اس کو پہچانے گا اور اقرار کریگا، اس کے بعد سوال کیا جائیگا، کہ اس نعمت سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا کہ تیری رضا کیلئے جہاد کیا، حتّٰی کہ شہید ہوگیا ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے، یہ اس لئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے، سو کہا جا چکا، اور جس غرض کیلئے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہو چکی، اس کے بعد اس کو حکم سُنا دیا جاویگا اور وہ مُنہ کے بل گھسیٹ کر

جہنم میں پھینک دیا جائیگا، دوسرے وہ عالم بھی ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پاک حاصل کیا، اس کو بلا کر اس پر جو انعامات دنیا میں کئے گئے تھے ان کا اظہار کیا جاویگا اور وہ اقرار کریگا اسکے بعد اس سے بھی پوچھا جائیگا کہ ان نعمتوں میں کیا کیا کام کئے؟ وہ عرض کریگا کہ تیری رضا کیلئے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا قرآن پاک تیری رضا کیلئے حاصل کیا جواب ملے گا جھوٹ بولتا ہے، تونے علم اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم کہیں، اور قرآن اس لئے حاصل کیا تھا کہ لوگ قاری کہیں، سو کہا جا چکا اور جو غرض پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہو چکی، اس کے بعد اس کو بھی حکم سُنا دیا جائیگا اور وہ بھی مُنہ کے بَل کھینچکر جہنم میں پھینکدیا جائے گا، تیسرے وہ مالدار بھی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مرحمت فرمایا بلایا جائیگا، اور اس سے بھی نعمتوں کے اظہار اور انکے اقرار کے بعد پوچھا جائے گا کہ ان انعامات میں کیا کارگذاری کی ہے، وہ عرض کریگا کہ کوئی مصرفِ خیر ایسا نہیں جس میں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو، ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے، یہ سب اس لئے کیا گیا کہ لوگ فیاض کہیں، سو کہا جا چکا، اس کو بھی حکم کے موافق کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا،

لہٰذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اپنی ساری کارگذاری میں اللہ کی رضا اور اس کے دین کی اشاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کا اتباع مقصود رکھیں، شہرت، عزت اور تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں، اگر خیال بھی آجائے تو لاحول و استغفار سے اسکی اصلاح فرمالیں، اللہ جل شانہٗ، اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے کلام پاک کی برکت سے مجھ سیہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرمائے اور ناظرین کو بھی، آمین،

فصلِ سادس

میں عامۂ مسلمین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے، وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کی طرف بدگمانی، بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جارہی ہیں، یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہیں، اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں بُرے بھی ہوتے ہیں، علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچّوں میں شامل ہیں اور علماء سُوء علماء رشد میں مخلوط ہیں، مگر پھر بھی دو امر بیحد لحاظ کے قابل ہیں، اوّل یہ کہ جب تک کسی شخص کا علماء سوء میں سے ہونا محقق نہ ہوجائے اس پر ہرگز کوئی

حکم نہ لگا دینا چاہیے، وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ترجمہ:- "اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کیا کر، کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی" (بیان القرآن)، اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سو، میں ہو اس کی بات کو بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود تورات کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سناتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ انکی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہدیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے، یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روک دیا، لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی وقعت گرانے کیلئے کہنے والے کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں، گو اس کا اہلِ حق ہونا بھی محقق ہو،

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی، علماء رشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے، اس لئے اُن کی لغزشوں انکی کوتاہیوں، اُنکے قصوروں کی ذمہ داری انہی پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کا معاملہ ہے سزا دیں یا معاف فرمادیں، بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کی لغزشیں انشاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہو جاوینگی، اس لئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہو جائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگذر کیا کرتا ہے، پھر اللہ جلّ وعلا کے برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا، لیکن وہ بمقتضاء عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ ان کا اپنا معاملہ ہے، ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا، نفرت دلانا، دور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کیلئے بددینی کا سبب ہوگا، اور ایسا کرنیوالوں کیلئے وبال عظیم ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَلَا الْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (ترغیب عن ابی داؤد) ترجمہ:- "تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ تعالیٰ کا اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا وہ محافظِ قرآن جو افراط و تفریط سے خالی ہو، تیسرا منصف حاکم،

دوسری حدیث میں ارشاد ہے، لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ عَالِمَنَا (ترغیب عن احمد والحاکم وغیرہما) ترجمہ:- "وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمّت میں سے نہیں ہے"

ایک اور حدیث میں وارد ہے عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ لَا یَسْتَخِفُّ بِھِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ذُو الشَّیْبَۃِ فِی الْاِسْلَامِ وَذُو الْعِلْمِ وَاِمَامٌ مُّقْسِطٌ (ترغیب عن الطبرانی) ترجمہ:۔ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے، (نہ کہ مسلمان) (وہ تین شخص یہ ہیں) ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا منصف حاکم،

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے، ایک یہ کہ اُن پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں، جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے، دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے، حالانکہ اس کے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون وچرا کا کیا حق ہے، تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور انکے ساتھ لاپروائی کا معاملہ کیا جائے، ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے، اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ان سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں، اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے بفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ علماء حقانی کا اس وقت وجود ہی نہیں رہا، اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے علماء سوء ہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف ان علماء کو علماء سوء کہنے سے سبکدوشی نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ علماء حقانی کی ایک جماعت پیدا کی جائے انکو علم سکھایا جائے، اس لئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت اس کے لئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دنیا گنہگار ہے،

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے، ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں سو پچاس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دے کر اس اعلان کیلئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا، راستہ میں حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ اس زور سے اُن کے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سُرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں، مگر نہ حضرت عمرؓ کے خلاف کوئی پوسٹر شائع ہوتا ہے، نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے، صحابہ کرامؓ میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں، اور ائمہ اربعہ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو، چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سَو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گذر چکے ہیں، اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہوں گے، مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑے ہوں گے، نہ اُن کیلئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوئے ہونگے، نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہونگے، راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں، علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے، جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دے گا دوسرے کے نزدیک اگر وہ حجت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے، اگر اختلاف نہ کرے تو مداہن اور عاصی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کیلئے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں، ورنہ ہمیشہ اطباء میں اختلاف ہوتا ہے، وکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے، مگر کوئی شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا، مقدمہ لڑنے سے نہیں رُکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلافِ علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے، یقیناً سچے عمل کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے متبعِ سنت سمجھتا ہے اس کے قول پر عمل کرے، اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و تشنیع سے باز رہے، جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اس کو حق نہیں کہ ان میں دخل دے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اس کے اہل نہ ہوں اس کو ضائع کرنا ہے، مگر جہاں بددینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات پر لب کشائی ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو وہاں بیچارے علماء کا کیا شمار ہے، جس قدر الزامات رکھے جائیں کم ہے، وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥

فصلِ سابع

گویا چھٹی فصل کا تکملہ اور تتمہ ہے، اس میں ناظرین کی خدمتِ عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کیساتھ ارتباط ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِهٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَیْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ الحدیث (مشکوٰۃ صـ ۴۱۵) ترجمہ: "کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنیوالوں کی مجلس ہے اور جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رہا کر"۔ اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباعِ سنّت ہے کہ حق سبحانہٗ و تقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّت کی ہدایت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ ترجمہ: "آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمھارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں" (بیان القرآن) لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو وہ حقیقۃً اللہ والا ہے، اور جو شخص اتباعِ سنّت سے جس قدر دور ہو وہ قربِ الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنّتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے، اس لئے کہ قاعدۂ محبت اور قانونِ عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے، در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے، حتیٰ کہ اُس کے کُتّے سے اُس کے گدھے سے محبت ہوتی ہے ؎

اَمُرُّ عَلَى الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی ؛ اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ ؛ وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّیَارَا

ترجمہ: "کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اُس دیوار کو پیار کرتا ہوں، کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ اُن لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں، دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ؛ وَهٰذَا الْعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَّأَطَعْتَهُ ؎ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

ترجمہ :۔ " تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نافرمانی کرتا ہے، اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا، اس لئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہو گی مگر جس نے انکار کر دیا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس نے انکار کر دیا ہے سے کیا مراد ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو نافرمانی کریگا وہ انکار کرنیوالا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا کہ اُس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں (مشکوٰۃ) حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعویدار اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں کسی بات کو ان کے مدعیوں کے سامنے یہ کہدینا کہ سنت کے خلاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے گویا برچھی مار دینا ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ؎ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کریگا کبھی بھی منزلِ مقصو تک نہیں پہنچ سکتا،

بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہو اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے منتفع ہونا دین کی ترقی کا سبب ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے، ایک حدیث میں ارشاد عالی ہے کہ جب تم جنت کے باغوں میں گذرا کرو تو کچھ حاصل بھی کیا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ جنت کے باغ کیا چیز ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس، دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکمائے امت کے ارشادات کو غور سے سُنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مُردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص، ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہمنشین ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو،

جس کی بات سے علم میں ترقی ہو جس کے عمل سے آخرت یاد آجائے، ایک حدیث میں ہو کہ اللہ کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جنکو دیکھ کر خدا یاد آجائے، خود حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ ترجمہ:۔ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اور سچوں کے ساتھ رہو" (بیان القرآن) مفسرین نے لکھا ہو کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں، جب کوئی شخص ان کی چوکھٹ کے خدام میں داخل ہوجاتا ہو تو ان کی تربیت اور قوتِ ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کرجاتا ہے،

شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسروں کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنی نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کرسکتا، گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے، لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو اس کی خدمتگذاری کر، اور اس کے سامنے مُردہ بنکر رہ کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے، اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے، اس کے سامنے تعمیل میں جلدی کر اور جس چیز سے رُوکے اس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر، مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے، بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا، لہٰذا ضروری ہو کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملادے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اس کو گھیر لیتے ہیں، رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہو، اور حق سبحانہ وتقدس اپنی پاک مجلس میں اُن لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں، ایک دل ربودہ کیواسطے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اس کا ذکر ہو، ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہو کہ اللہ کی یاد کرنیوالی جماعت کے لوگوں کو جو اخلاص سے اللہ کو یاد کررہی ہوں ایک پکارنیوالا آواز دیتا ہو کہ اللہ نے تمھاری مغفرت کردی اور تمھاری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا، دوسری جگہ ارشاد ہو کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں اسکے رسول پر درود نہیں اس مجلس والوں کو قیامت کے دن حسرت ہوگی،

حضرت داود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعاء ہے کہ "یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑدے،، ؎

جب اسکی صوت وصورت سے ہی محرومی تو بہتر ہے ٭ مرے کانوں کا کرِہونا اور آنکھیں کو رہوجانی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہو وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہے جیسے زمین والوں کے نزدیک ستارے،

حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لےگئے، اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، لوگ دوڑے ہوئے آئے وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا، واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں، ابوہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں، انھوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے، امام غزالیؒ نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں اس سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہے اِصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا، ترجمہ "اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پاویں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے"۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں، اور اسی آیتِ شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں اُنکے اتباع سے روک دیا گیا ہے اب وہ حضرات جو ہر قول و فعل میں، دین و دنیا کے کاموں میں، کفار و فساق کو مقتدا بناتے ہیں، مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول و فعل پر سو جان سے نثار ہیں، خود ہی غور فرمالیں کہ کس راستے جا رہے ہیں۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی ❊ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مرادِ ما نصیحت بود و کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم
وَمَا عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلَاغ

شبِ دوشنبہ، ۵ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۳۱ء
مقیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ممتثلِ امر (حضرت مولانا) محمد زکریا کاندھلوی